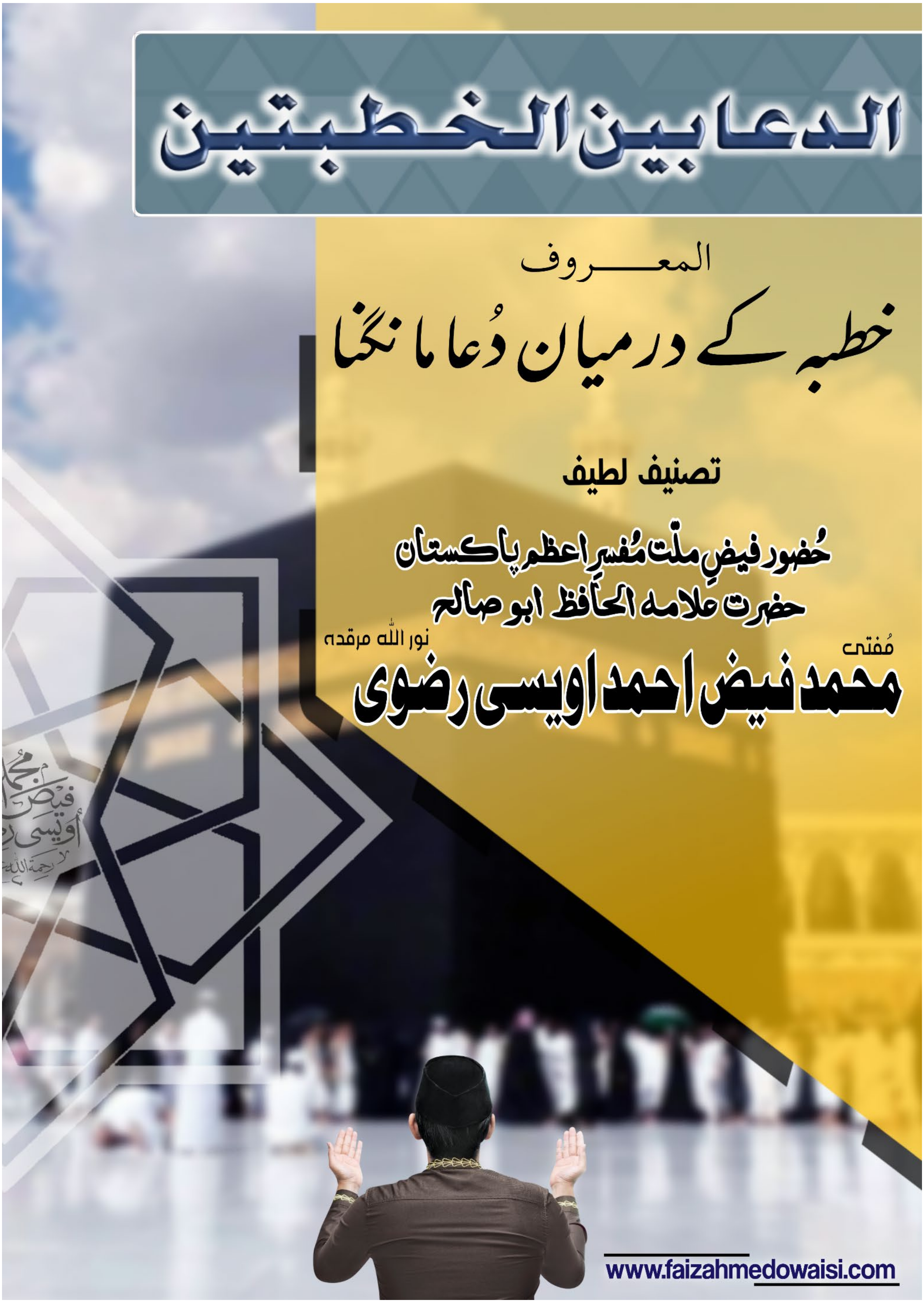

الدعا بین الخطبتین

المعــــــروف

خطبہ کے درمیان دُعا مانگنا

تصنیف لطیف

حُضور فیضِ ملّت مُفسرِ اعظمِ پاکستان
حضرت علامہ الحافظ ابو صالح
مُفتی
محمد فیض احمد اویسی رضوی
نور اللہ مرقدہ

www.faizahmedowaisi.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡكَ یَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ

خطبہ کے درمیان دُعا مانگنا

از

شمس المصنفین، فیضِ ملّت، مُفسرِ اعظم پاکستان، خلیفہ مفتی اعظم ہند

حضرت علامہ ابو الصالح مفتی **محمد فیض احمد اُویسی رضوی** محدث بہاولپوری نور اللہ مرقدہٗ

بہا ول پور، پاکستان

نوٹ: اگر اس کتاب میں کمپوزنگ کی کوئی بھی غلطی پائیں تو برائے کرم مندرجہ ذیل ای میل ایڈریس پر مطلع کریں تاکہ اُس غلطی کی تصحیح کرلی جائے۔ (شکریہ)

admin@faizahmedowaisi.com

عرضِ ناشر

اکثر عوام نماز کے دو خطبوں کے درمیان ہاتھ اُٹھا کر یا زبان سے دعا مانگتے ہیں۔ اِس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ دُعا دل میں مانگی جائے یا زبان سے اور ہاتھ اُٹھا کر مانگی جائے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ دُعا دل میں اور بغیر ہاتھ اُٹھا کر مانگی جائے۔

اِس مسئلہ میں صحیح تحقیق اور وضاحت صاحبِ تصانیفِ کثیرہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد فیض احمد اُویسی رضوی مدظلہ العالی نے امامِ اہلسنت عاشق ماہِ رسالت ﷺ کے "فتاویٰ رضویہ" اور دیگر فقہاء کرام کی کتابوں سے کی ہے۔

اُمید ہے کہ یہ تحریر عوام و خواص دونوں کے لئے یکساں طور پر مفید ہو گی۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو حق پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

فقط والسلام

ابو الرضا محمد طارق قادری عطاری

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تمہید

خطبہ سننا اور اُس کے وقفہ کے درمیان خاموش رہنا ضروری ہے۔ اس میں کچھ بولنا کچھ پڑھنا یا دعا مانگنا ممنوع ہے۔ یہاں تک کہ خطبہ میں "صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا" (1) خطیب صاحب نے پڑھا تو بھی درود شریف دل میں پڑھنا چاہیئے۔ لیکن ہمارے دور میں جہالت کے غلبہ کی وجہ سے بہت سے سمجھدار بھی دو خطبوں کے درمیان ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگتے نظر آتے ہیں۔ مسئلہ سمجھانے پر خود مجتہد بن کر کچھ کا کچھ فرما دیتے ہیں۔ فقیر یہ رسالہ مرتب کر کے احباب اہلِ اسلام کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔ اس رسالہ کا نام ہے "الدعاء بین الخطبتین"۔ اور اس میں بعض ان غیر مقلدوں کا بھی رد ہو جائے گا جو اُس وقت دعا مانگنے کو بدعت کہتے ہیں۔

وما توفیقی الا باللّٰہ العلی العظیم وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ الکریم و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابو الصالح **محمد فیض احمد اُویسی رضوی** غفرلہٗ

بہاولپور، پاکستان

18 ذیقعدہ 1398ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمد للّٰہ و کفیٰ و الصلوٰۃ و السلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ لا سیما حبیبہ المصطفیٰ وآلہ و اصحابہ اولی التقیٰ و النقیٰ

---

(1) سورۃ الأحزاب: 56

اما بعد! اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ و السلام کا خاصہ ہے کہ اس کے ہر مسئلہ پر بحث و تَمْحِیْص ہوتی ہے، اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا: ''اختلاف أمتی رحمة'' (2)''میری اُمت کا اختلاف رحمت ہے''۔ ان مسائلِ شرعیہ میں خطبۂ جمعہ و عیدین کے درمیان دعا مانگنا جائز ہے یا ناجائز بھی شامل ہے۔ ہمارے علماء کرام رحمہم اللہ کے درمیان صدی گذشتہ میں اختلاف ہوا۔

''الفقھیہ'' امرتسر میں، اس پر علماء کی تائیدات وتردیدات شائع ہوئیں۔ فقیر کے دور میں بھی اس قسم کے سوالات ہوتے رہتے ہیں اور سابق صدی کی طرح اب بھی جواز و عدم جواز کی باتیں ہوتی رہتی ہیں۔ چونکہ فقیر کو نفسِ جواز میں اختلاف نہیں، ہاں! اس دعا کو دل ہی دل میں مانگا جائے ہاتھ اُٹھانے اور زبان سے الفاظ بولے بغیر دعا میں حرج نہیں۔ لیکن جس جواز سے عوام میں انتشار پیدا ہو اس جواز پر عمل نہ کرنا بہتر ہوتا ہے۔ کیونکہ ایسے مسئلے آگے بڑھ کر موجبِ فتنہ بنتے ہیں۔ '' وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ''(3) اسی لئے بہتر ہے کہ دل ہی دل میں دعا مانگی جائے۔

دلائلِ جواز

فقیر صدی گذشتہ کے علماء کی تحقیقات میں سے پہلے حضرت علامہ مولانا محمد شریف کوٹلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق ناظرین کو ہدیہ پیش کرتا ہے۔

بین الخطبتین میں دعا مانگنے اور اس دعا میں ہاتھ اٹھانے کی ممانعت میں کوئی دلیل میری نظر میں نہیں گذری، چونکہ شریعت نے جن احکام کو عام اور مطلق رکھا ہے کسی ہیئت اور وقت کے ساتھ مقید نہیں کیا، ان کو جس طرح ہم ادا کریں اجازت ہے۔ تاوقتیکہ اس خاص شکل کی ممانعت شرع میں نہ وارد ہو، اسے منع نہیں کیا جاتا۔ فقیر نے اس دعا کے جواز کا فتویٰ دیا۔ پس اگر کسی صاحب کے پاس دلیل منع ہو تو مہربانی فرما کر بیان کرے، انشاء اللہ ہمیں برخلاف نہ پائے گا۔

جواز کے حوالے

(1) امام ابویوسف و امام محمد رحمہم اللہ بعد خروجِ امام قبل از خطبہ اور بعد اختتامِ خطبہ قبل از نماز کلام و نماز و ذکر وغیرہ سے منع نہیں فرماتے بلکہ عین خطبہ کی حالت میں سامعین کو دل میں درود پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں۔ اور امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ تو جلوس بین الخطبتین کے وقت بھی کلام وغیرہ سے منع نہیں فرماتے۔ اور بوقتِ خطبہ قرآن شریف کا پڑھنا یا کتبِ فقہ کا مطالعہ کرنا بعض مشائخ کے نزدیک مکروہ اور بعض کے نزدیک لَا بَأْسَ (کوئی مضائقہ نہیں) ہے۔ لیکن ہاتھ یا سر کے اشارے سے کسی بات سے روکنا یا کوئی خبر سن کر سر کے ساتھ اشارہ کرنا تو سب کے نزدیک لَا بَأْسَ ہے۔ بلکہ نمازِ قضا کا ادا کرنا یا کسی خطرناک وقوعہ سے مثلاً بچھو یا سانپ نظر آئے تو خبر کر دینا یا کسی نابینا کے آگے کنواں ہے اور خوف ہے کہ اگر نہ روکا گیا تو اس میں گرے گا تو اس کو خبر کر دینا فقہا علیہم الرحمہ عین خطبہ کے وقت جائز لکھتے ہیں۔ پس جلوس مابین الخطبتین کے وقت

---

[2] (كشف الخفاء، (الهمزة مع الخاء المعجمة)، 64/1، الحديث: 153، مكتبة القدسي، لصاحبها حسام الدين القدسي – القاهرة، عام النشر: 1351 هـ)
(كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، 136/10، الحديث: 28686، مؤسسة الرسالة، الطبعة: الطبعة الخامسة، 1401هـ/1981م)
(المقاصد الحسنة، 70/1، الحديث: 39، دار الكتاب العربي – بيروت، الطبعة: الأولى، 1405 هـ 1985م)

[3] (البقرة: 191

سکون ”عن الحصبه“ ہے۔ اگر اس وقت کوئی دل میں یا زبان سے یا ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگے تو کس حکم کی مخالفت لازم آتی ہے۔ اس وقت خطبہ شروع نہیں کہ اِستِماع واِنصات (خاموشی سے سننا) لازم ہو۔

اِزالہ وھم

ہاں! وہ جو حدیث میں آیا ہے کہ رسول کریم ﷺ اس جلسہ میں کوئی کلام نہ فرماتے۔ علامہ علی قاری ”مرقاۃ“ میں اس کی شرح فرماتے ہیں:

(وَلَا يَتَكَلَّمُ) أَيْ: حَالَ جُلُوسِهِ بِغَيْرِ الذِّكْرِ، أَوِ الدُّعَاءِ، أَوِ الْقِرَاءَةِ سِرًّا. (4)

یعنی حضور ﷺ ما بین خطبتین جلسہ سوائے ذکر یا دعا یا قرأت آہستہ کے اور کوئی کلام نہ فرماتے۔

علامہ ابنِ حجر عسقلانی ”فتح الباری“ جزء رابع صفحہ نمبر 498 میں لکھتے ہیں:

بَيْنَ الْخُطْبَتَيْنِ لَا كَلَامَ فِيهِ لَكِنْ لَيْسَ فِيهِ نَفْيُ أَنْ يَذْكُرَ اللَّهَ أَوْ يَدْعُوَهُ سِرًّا (5)

یعنی اس حدیث سے مُستَفاد (یہ حاصل) ہوا کہ جلوس بین الخطبتین کے وقت کوئی حرج نہیں لیکن اس میں آہستہ دعا یا ذکر کی نفی نہیں ہے۔

مولانا عبد الحئی لکھنوئی نے ”فتاویٰ“ جلد ”دوئم“ میں جلسہ بین الخطبتین میں مطلق ذکر کو امام اعظم و امام محمد علیہم الرحمہ کے نزدیک مکروہ لکھا ہے۔ اور بحوالہ کافی اس وقت کراہت نقل کر کے پھر بحوالہ جندی کلام سے مطلق کلام مراد خواہ ذکر ہو یا قرآن یا ان کے سواء کچھ اور مگر یہی بات مولانا عبدالحئی اپنے فتاویٰ کے جلد ”اول“ صفحہ نمبر 193 میں جلسہ بین الخطبتین میں آہستہ دعا پڑھنا یا ذکر کرنا درست لکھتے ہیں۔

فائدہ: امام یوسف علیہ الرحمہ تو اس جلسہ میں مطلق کلام ذکر ہو یا قرآن یا دعا جائز بِلا کراہت فرماتے ہیں، البتہ امام صاحب و امام محمد مکروہ فرماتے ہیں۔

خلاصہ: ”غاية فى الباب“ اس جلسہ میں طرفین کے نزدیک زبان سے دعا مانگنا مکروہ ہوگا۔

ازالہ: ہمارے فقہا علیہم الرحمہ میں سے بعض نے اس دعا کو بدعت یا غیر مشروع فرمایا۔ اسکا بھی یہی مطلب ہے کہ حضور ﷺ سے دعا مانگنا منقول نہیں، نہ یہ بدعتِ سیِّئہ ہے یا ناجائز۔ کیونکہ جس مسئلہ کی اجازت امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے پائی جائے اس کو بدعتِ سیِّئہ، حرام یا غیر مشروع کہہ سکتے ہیں۔

(۲) حدیث ساعتِ اجابت جو بروایت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحیح مسلم میں ہے، وہ امام کے جلوس سے امام نووی نے اس کو صحیح اور صواب (دُرست) فرمایا ہے۔ ”دُرِ مختار“ میں بھی اس کو صحیح لکھا گیا ہے۔ علامہ علی قاری نے اس حدیث میں جلوسِ امام سے جلوس ما بین

---

[4] (امرقاۃ المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الخطبة والصلاة، الفصل الأول، 1047/3، الحديث: 1413، دار الفكر، بيروت – لبنان، الطبعة: الأولى، 1422هـ 2002م)

[5] (فتح الباري شرح صحيح البخاري، قوله باب القعدة بين الخطبتين، 406/2، الحديث: 928، دار المعرفة بيروت، 1379)

الخطبتین یا جلوس علی المنبر قبل الخطبه مراد لیا ہے۔ اور طیبی نے بعض شرح مصابیح سے ساعتِ اجابت بوقتِ جلوس مابین الخطبتین لکھا ہے۔ بہر حال یہ وقت ساعتِ اجابت میں سے ہے۔ اس لئے اس وقت جی میں دعا مانگنا تو شاید مانِعین (منع کرنے والوں) کے نزدیک بھی جائز ہو گا کیونکہ خطبہ کی حالت میں دل میں دعا مانگنا علامہ علی قاری نے ”مرقاۃ“ میں حموی نے ”شرح اشباہ“ میں جائز لکھا ہے۔ تو اس وقت جبکہ خطیب خاموش بیٹھتا ہے بطریقِ اولیٰ جائز ہونا چاہئے، لیکن اس وقت زبان سے دعا مانگنا امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے۔ اور امام ابو حنیفہ و امام محمد علیہم الرحمہ کے نزدیک اور پیچھے گذرا ہے کہ کراہت و جواز میں مُنافات (ایک دوسرے کی نفی کرنا) نہیں۔

فتویٰ مولانا حشمت علی پیلی بھیتی رحمہ اللہ (الفقہیہ، 14 جون 1925ء) امر تسر میں اس مسئلہ کی توضیع میں لکھا ہے کہ دعاء بین الخطبتین آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ اور نہ کسی صحابی سے منقول ہے۔ بلکہ ابتداء خطبہ سے انتہاء تک ہر طرح کا عمل، کلام، سلام، دعاء و درود وغیرہ ممنوع و مکروہ ہے اور اِستِماع و اِنصات (خاموشی سے سننا) واجب ہے۔ لیکن چونکہ بعض کے نزدیک دعا قبول ہونے کی جگہوں میں سے جلسہ بین الخطبتین اور وقتِ اقامت بھی ہے۔ لہذا بغیر ہاتھ اُٹھائے اور بلا زبان و لب ہلائے دعا دل سے مانگنی چاہئے تا کہ ترکِ واجب بھی نہ ہو اور مطلب بھی حاصل ہو۔ ”کمافی مراقی الفلاح“ وغیرہ۔

تحقیق الرضوی بقلم الاُویسی غفرلہ

اس موضوع پر امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کا ایک مستقل رسالہ ہے ”رعایة المذھبین فی الدعاء بین الخطبتین“ اس میں سوال ہے کہ اس جائے پر بروز جمعہ بین الخطبتین کے جلسہ میں ہاتھ اُٹھا کر آہستہ دعا مانگی جاتی ہے اور بعض لوگ اس کو مکروہِ شدید و حرام و بدعتِ سئیہ و شرک قرار دے کر اس فعل کو منع کرتے ہیں لہذا التماس ہے کہ جوابِ باصواب سے رفع خُصُومَتِ بین المسلمین (6) فرمادیں۔

امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو جواب لکھا کہ:

الجواب: امام کے لئے تو اس دعا کے جواز میں اصلاً کلام نہیں، جس کے لئے نہی شارع نہ ہونا ہی سندِ کافی، ممنوع وہی ہے جسے خدا رسول منع فرمائیں (جل جلالہ و ﷺ) بے ان کی نہی کے ہر گز کے کوئی شے ممنوع نہیں ہو سکتی خصوصاً دعاء سی چیز جس کی طرف خود قرآن عظیم نے بکمال ترغیب و تاکید علی الا اطلاق بے تحدید و تنقید بلایا اور احادیثِ شریفہ نے اسے عبادت و مغزِ عبادت فرمایا، پھر یہاں صحیح حدیث کا فحوی الخطاب اس کی اجازت پر دلیل صواب کہ خود حضور ﷺ کا عین خطبہ میں دستِ مبارک بلند فرما کر ایک جمعہ کو مینھ (بارش) برسنے دوسرے کو مدینہ طیبہ پر سے کھل جانے کی دعا مانگنا ”صحیح بخاری و مسلم“ وغیرہ میں حدیثِ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حالانکہ وہ قطع خطبہ کو مُستَلزِم (لازمی) تو بین الخطبتین میں بدرجہ اولیٰ جواز ثابت، لاجرم علمائے کرام نے شروح حدیث وغیرہ کتب میں صاف اس کا جواز افادہ فرمایا۔ مولانا علی قاری مکی حنفی رحمۃ اللہ علیہ ”مرقاۃ شرح مشکوٰۃ“ میں زیرِ حدیث ” یخطب ثم یجلس فلا یتکلم “ فرماتے ہیں:

---

(6) مسلمانوں کے درمیان جھگڑے کو دور فرمادیں۔

لایتکلم ای حال جلوسه بغیر الذکر اوالدعاء اوالقراءة سرا و الاولی القراءة لروایة ابن حبان کان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم یقرأ فی جلوسه کتاب الله الخ (7)

یعنی ” حالتِ جلوس میں سوائے ذکر یا دعاء یا قرأۃ کے آہستہ طور اور کوئی بات نہ کرے افضل قرأۃ ہے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ جلوس میں صرف قرأۃ کرتے“۔

حافظ الشان شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ”فتح الباری“ شرح ”صحیح البخاری شریف“ میں اسی حدیث کی نسبت فرماتے ہیں:

واستفید من هذ ان حال الجلوس بین الخطبتین لاکلام فیه لکن لیس فیه نفی ان یذکر الله او یدعوه سرا (8)

یعنی” اسکا مفاد یہ ہے کہ دو خطبوں کے درمیان جلوس کے وقت کوئی کلام نہیں کرنا چاہئے ہاں اس کی نفی بھی نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے یا آہستہ طور دعاء مانگے“۔

علامہ زرقانی مالکی رحمۃ اللہ علیہ ” شرح مواہب لدنیه و منح محمدیه “میں فرماتے ہیں:

"ثم یجلس فلا یتکلم (جهرا فلا ینافی روایة ابن حبان انه کان یقرأفیه ای الجلوس وقال الحافظ مفاده) الی اخر مامر (9)

یعنی ”پھر دو خطبوں کے درمیان بیٹھے لیکن جہراً کوئی بات نہ کرے اور ابنِ حبان کی روایت کے منافی نہیں کہ رسول اللہ ﷺ جلوس میں قرأت فرماتے، اس کا مفاد وہی ہے جو حافظ ابنِ حجر مکی کی عبارت میں گذرا“۔

بلکہ صحیح حدیث حضور سید المرسلین ﷺ و متعدد اقوالِ صحابہ و تابعین کی روسے یہ جلسہ ان اوقات میں ہے جن میں ساعتِ اجابتِ جمعہ کی اُمید ہے، ”صحیح مسلم شریف“ میں بروایت حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے دوبارہ ساعتِ جمعہ فرمایا:

ھی ما بین ان یجلس الا مام الی ان تقضی الصلوۃ۔ (10)

یعنی وہ امام کے جلوس سے نماز ختم ہونے تک ہے۔

دوسری حدیث میں آیا حضور پُر نور ﷺ نے فرمایا:”شروع خطبہ سے ختم خطبہ تک ہے“۔رواہ ابن عبد البر عن ابن عمر رضی اللہ عنہما، اِنہیں ابنِ عمرو ابو موسیٰ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ خروجِ امام سے ختم نماز تک ہے۔ یو نہی امام عامر شعبی تابعی سے منقول ہے رواہ ابن جریر الطبری۔

---

[7] (فتاویٰ رضویہ، رِعَایۃ المَذھَبَین فی الدّعاءِ بین الخُطبتین، 178/8، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

[8] (فتح الباري شرح صحيح البخاري، قوله باب القعدة بين الخطبتين، 406/2، الحديث: 928، دار المعرفة بيروت، 1379)

(فتاویٰ رضویہ، رِعَایۃ المَذھَبَین فی الدّعاءِ بین الخُطبتین، 178/8، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

[9] (شرح الزرقاني على المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، الباب الثاني: في ذكره صلاة صلي الله عليه وسلم الجمعة، 502/10، دار الكتب العلمية، الطبعة: الأولى 1417ھ۔1996م)

(فتاویٰ رضویہ، رِعَایۃ المَذھَبَین فی الدّعاءِ بین الخُطبتین، 178/8، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

[10] (فتاویٰ رضویہ، رِعَایۃ المَذھَبَین فی الدّعاءِ بین الخُطبتین، 178/8، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اِنہیں شعبی سے دوسری روایت میں خروجِ امام سے ختمِ خطبہ تک اس کا وقت بتایا، رواہ المروزی۔ اسی طرح امام حسن بصری سے مروی ہوا کہ، رواہ ابنِ منذر۔ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے اذان سے نماز تک رکھا، رواہ حمید بن زنجویہ۔ بہر حال یہ وقت بھی ان میں داخل تو ہے، یہاں دعا ایک خاص ترغیبِ شرح کی مورد خصوصاً حدیثِ دوم پر جبکہ کسی مطلب خاص کے لئے دعا کرنی ہو جسے خطبہ سے مناسبت نہ ہو تو اس کے لئے یہی جلسہ بین الخطبتین کا وقت متعین بلکہ علامہ طیبی شارح "مشکوٰۃ" نے بالتعیین اسی وقت کو ساعتِ اجابت بتایا اور اسے بعض نے شرح مصابیح سے نقل فرمایا بلکہ خود ارشادِ اقدس مابین ان یجلس الا مام سے یہی جلسہ مراد رکھا۔ "اشعۃ اللمعات شرحِ مشکوٰۃ" میں ہے: **می گفت آنحضرت صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم درشان ساعۃ الجمعۃ کہ آں ساعت میان نشستن امام ست برمنبر تا گزاردن نماز، طیبی ازجلوس، نشستن میان دو خطبہ مراد داشتہ الخ۔** (11)

یعنی " حضور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جمعہ کی مستجابہ ساعت (دعا کی قبولیت کی گھڑی) کے بارے میں فرماتے تھے کہ یہ وقت ہے جب امام دو خطبوں کے درمیان بیٹھتا ہے تا ادائیگی نماز، امام طیبی نے بھی یہ ساعت انہی دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کا فرمایا ہے"۔

اس کی تحقیق فقیر کے رسالہ "الساعۃ المستجابۃ فی الجمعۃ" میں ہے۔ (اُویسی غفرلہ')

اس قول پر تو بالخصوص اسی وقت کی دعا شرعاً اجل المندو بات واجبِ مرغوبات سے ہے پھر اس قدر میں اصلاً شک نہیں کہ جب بغرضِ تقویت رجاء جمع احادیث و اقوال علماء چاہیئے جو امثال باب مثل لیلۃ القدر وغیرہا میں ہمیشہ مسلکِ محققین رہا ہے تو بقیہ اوقات کے ساتھ اس وقت بھی دعاء ضرور درکار ہوگی اور اس کے نیک و مستحسن ماننے سے چارہ نہ ہوگا۔ لاجرم صاحبِ عین العلم نے کہ اکابر علمائے حنفیہ سے ہیں صاف تصریح فرمائی کہ اس جلسہ میں دعا مستحب ہے اسی طرح امام بن المنیر نے افادۂ استحسان جمع فرمایا، طرہ یہ کہ امام ممدوح کا یہ قول حضرات منکرین کے امام شوکانی نے " نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار " میں نقل کیا اور مقرر و مسلم رکھا۔

حیث قال فی عدالا قوال ، الثلاثون عند الجلوس بین الخطبتین حکاہ الطیبی الخ ثم قال قال ابن المنیر یحسن جمع الاقوال فتکون ساعۃ الاجابۃ واحدۃ منہا لا بعینہا فیصادفہا من اجتہد فی الدعاء فی جمیعہا اھ (12)

یعنی " جمعہ کی ساعت کے تیس اقوال گِن کر اس قول کا ذکر کیا جو دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کا وقت ہے، پھر کہا تیسوں (30) اقوال اپنے طور پر حق ہیں ہم ان میں ایک وقت کو مستجاب ضرور سمجھیں لیکن غیر مُتَعَیَّن (غیر مقررہ) طور پر"۔

مقتدیوں کا حکم

---

[11] حوالہ مذکورہ

[12] (فتاویٰ رضویہ، رِعَایۃ المَذہَبَین فی الدّعاءِ بین الخُطبتین، 179/8، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

مذکورہ بالا حکم امام کا ہے رہے مقتدی ان کے بارے میں ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ عنہم مختلف ہیں، حضرت ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک انہیں صرف بحالتِ خطبہ سکوت واجب، قبل شروع و بعد ختم وبین الخطبتین دعاء وغیرہ کلامِ دینی کی اجازت ہے اور حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ خروجِ امام سے ختم نماز تک عند التحقیق دینی و دنیوی ہر طرح کے کلام یہاں تک کہ **امر بالمعروف** وجوابِ سلام بلکہ مُخِلِ اِستماع (سماعت میں کلل ڈالنے والے) ہر قسم کے کام سے منع فرماتے ہیں اگرچہ کلام آہستہ ہو اگرچہ خطیب سے دور بیٹھا ہو کہ خطبہ سننے آیا ہو۔

دُرِ مختار میں ہے:

(إِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ) مِنَ الْحُجْرَةِ إِنْ كَانَ وَإِلَّا فَقِيَامُهُ لِلصُّعُودِ شَرْحُ الْمَجْمَعِ (فَلَا صَلَاةَ وَلَا كَلَامَ إِلَى تَمَامِهَا) وَلَوْ تَسْبِيحًا أَوْ رَدَّ سَلَامٍ أَوْ أَمْرًا بِمَعْرُوفٍ بَلْ يَجِبُ عَلَيْهِ أَنْ يَسْتَمِعَ وَيَسْكُتَ (بِلَا فَرْقٍ بَيْنَ قَرِيبٍ وَبَعِيدٍ)

وَقَالَا: لَا بَأْسَ بِالْكَلَامِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ وَبَعْدَهَا

وَإِذَا جَلَسَ عِنْدَ الثَّانِي، وَالْخِلَافُ فِي كَلَامٍ يَتَعَلَّقُ بِالْآخِرَةِ أَمَّا غَيْرُهُ فَيُكْرَهُ إِجْمَاعًا (13)

یعنی "جب امام حجرہ سے خطبہ کے لئے نکلے یا خطبہ کے لئے منبر پر کھڑا ہو تو اب نہ کوئی نماز (نفل وغیرہ) اور نہ کوئی اور بات نمازِ جمعہ فرض کی ادائیگی تک نہ کوئی تسبیح پڑھے نہ سلام کا جواب دے نہ امر بالمعروف کرے خواہ وہ امام کے قریب ہو یا دور، صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ خطبہ سے پہلے اور بعد کو کلام میں کوئی حرج نہیں یونہی دوسرے خطبہ کے لئے بیٹھے لیکن یہ اختلاف اس کلام میں ہے جو اُخروی اُمور سے متعلق ہے اس کے علاوہ کی ہر طرح کی گفتگو کی کراہت پر سب کا اِجماع ہے"۔

تحقیق یہی ہے اگرچہ یہاں اختلاف نقول حدِ اضطراب پر ہے کہ سب کو مع ترجیح و تنقیح ذکر کیجئے تو کلام طویل ہو اس تحقیق کی بناء پر حاصل اس قدر کہ مقتدی دل میں دعا مانگیں کہ زبان کو حرکت نہ ہو تو بلا شبہ جائز کہ جب عین حالتِ خطبہ میں وقتِ ذکر شریف حضور پُر نور سیدِ عالم ﷺ دل سے حضور ﷺ پر درود بھیجنا مطلوب تو بین الخطبتین کہ امام ساکت ہے دل سے دعاء بدرجۂ اولیٰ روا۔ ردّ المحتار میں ہے:

اذا ذکر النبی ﷺ لا یجوز ان یصلو علیه بالجهر بل بالقلب و علیه الفتویٰ رملی (14)

یعنی " جب ذکرِ نبی پاک ﷺ ہو تو جائز نہیں کہ بالجہر درود پڑھے بلکہ دل میں پڑھے اسی پر فتویٰ ہے"۔ رملی

علماء کو یہ دعا زبان سے مانگنا امام کے نزدیک مکروہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک جائز اور مختار قولِ امام ہے۔ بے شک مذہبِ منقح حنفی میں مقتدیوں کو اس سے احتراز کا حکم ہے نہ اُس بنائے فاسدہ پر جو مبنائے جہالاتِ وہابیہ ہے کہ عدم ورود خصوصِ ورود عدم خصوص ہے وہ بھی خاص حقِ جواز میں منع کے لئے ممانعتِ خاصہ خدا و رسول کی کچھ حاجت نہیں کہ یہ تو محض جہل و سفہ و تحکم ہے بلکہ اس لئے کہ **اذا خرج الامام فلا صلوۃ ولا**

---

[13] (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب الجمعة، 158/2إلي160، دار الفکر بیروت، الطبعة: الثانیة، 1412ھ 1992م)
(فتاویٰ رضویه، رِعَایة المَذهَبَین فی الدّعاءِ بین الخُطبتین، 179/8، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

[14] (فتاویٰ رضویه، رِعَایة المَذهَبَین فی الدّعاءِ بین الخُطبتین، 179/8، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

کلام (جب امام نکل آئے تو نہ کوئی نماز ہے نہ کلام)، پس غایت یہ کہ جو لوگ اس مسئلہ سے ناواقف ہوں اُنہیں بتا دیا جائے نہ کہ معاذاللہ بدعتی گمراہ حتیٰ کہ بلا وجہ مسلمانوں کو مشرک ٹھہرایا جائے کیا ظلم ہے۔(15) (فتاویٰ رضویہ شریف، صفہ 764، ج 3، مطبوعہ کراچی)

اس کے بعد امام احمد رضا محدث دہلوی قدس سرہٗ نے رد فرمایا ان لوگوں کا جو اس فعل یعنی دو خطبوں کے درمیان مانگنے کو شرک یا بدعتِ سئیہ کہتے ہیں وہ بحث چونکہ صرف اَہل کو مفید ہے لہٰذا اس کا بیان نہیں کیا جاتا۔ آپ اسی فتویٰ کے آخر میں اپنا عمل مبارک بتاتے ہیں کہ بالجملہ مقتدیوں کا یہ فعل تو علی الاختلاف ممنوع مگر مسلمانوں کو بلاوجہ مشرک بدعتی کہنا بالاجماع حرامِ قطعی تو یہ حضرات مانعین خود اپنی خبر لیں اور امام کے لئے تو اُس کے جواز میں اصلاً کلام نہیں ہاں خوفِ مفسدہ اعتقاد عوام ہو تو التزام نہ کرے، فقیر غفرلہٗ تعالیٰ اس جلسہ میں اکثر سکوت کرتا ہے اور کبھی اخلاص کبھی درود پڑھتا ہے اور رفع یدین کبھی نہیں کرتا کہ مقتدی دیکھ کر خود بھی مشغول بہ دعاء نہ ہوں مگر **معاذاللّٰہ** ایسا ناپاک تشدد شرح کبھی روا نہیں فرماتی، مولیٰ تعالیٰ ہدایت بخشے۔ (آمین)

فتویٰ دیگر

اسی مسئلے میں امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ‘ سے سوال ہوا کہ مذہب حنفی و شافعی میں بین الخطبتین ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنی مشروع و مسنون ہے یا نہیں؟ مترجم اُردو دُرِ مختار ایک جگہ لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ بریلی کہ علماء سے اسی مسئلے پر استفتاء طلب کیا گیا تھا چنانچہ وہاں کے علماء کا فتویٰ یہی ہوا کہ ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا بین الختبطین بدعتِ سیۂ اور غیر مشروع ہے پس آیا یہ بات سچ ہے یا غلط؟

آپ (امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہٗ) نے اس کے جواب میں فرمایا:

الجواب: مسنونیت مصطلحہ کہ ترکِ مستوجب عتاب الٰہی یا آثم و مستحقِ عذابِ الٰہی ہو والعیاذ باللہ، یہ نہ کسی کا مذہب، نہ دعا کرنے والوں میں کوئی ذی فہم اس کا قائل بلکہ وقت مرجو الاجابۃ جان کر دعا کرتے ہیں اور بے شک وہ ایسا ہی ہے اور دعا مغزِ عبادت و انحائے ذکرِ الٰہی عزوجل سے ہے جس کی تکثیر پر بِلا تقیید و تحدید نصوصِ قرآنِ عظیم و احادیثِ متواترہ نبی رؤف الرحیم علیہ و علیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ناطق اور ہاتھ اُٹھانا حسبِ تصریح احادیث و تظافر ارشاداتِ علمائے قدیم و حدیث سنن وآدابِ دُعا سے ہے، خطیب کے لئے اس کی اجازت و مشروعیت تو بالاتفاق مذہبین حنفی و شافعی ہے یوہیں سامعین کے لئے جبکہ دعا دل سے ہو نہ زبان سے اور سامعین کا اس وقت زبان سے دعا مانگنا جس طرح ان بلاد میں مروّج و معمول ہے مذہبِ شافعیہ میں تو اُس کی اجازت و مشروعیت ظاہر کہ ائمہ شارعیہ رحمہم اللہ تعالیٰ میں خطبہ ہوتے وقت بھی کلامِ سامعین ناجائز و حرام نہیں جانتے صرف مکروہ مانتے ہیں اور کراہت کلامِ شافعیہ میں جب مطلق بولی جاتی ہے اس سے کراہتِ تنزیہہ مراد ہوتی ہے۔

بخلاف کلمات ائمتنا الحنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ فان غالب محملها بها مطلقة فیها کراهة التحریم (16)

---

[15] حوالہ مذکورہ

[16] (فتاویٰ رضویہ، رِعَایۃ المَذھَبَین فی الدّعاءِ بین الخُطبتین، 181/8، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

ترجمہ: (بخلاف ہمارے ائمہ احناف رَحِمَھُمُ اللہُ تَعَالٰی کی عبارات کے کیونکہ ان میں غالب یہی ہے کہ مطلقًا کراہت مکروہ تحریمی ہے۔)

علامہ عبد الغنی نابلسی قدس سرہٗ القدسی حدیقه ندیه شرح طریقه محمد یه، آذات الید مسئلة الشطرنج میں فرماتے ہیں:

الکراھۃُ عند الشافعیة اذا اطلقت تنصرف الی التنزیھیة لا التحریمیة بخلاف مذھبنا [17]

یعنی بخلاف ہمارے ائمہ حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے کلام کے کہ مطلق کراہت سے ان کی مراد کراہتِ تحریم ہوتی ہے اور اس قاعدہ کو امام احمد رضا خان محدث بریلوی قدس سرہٗ نے سیدی عبد الغنی نابلسی قدس سرہٗ کے حوالہ سے بیان فرمایا تاکہ حنفیت کے مدّعیوں کو خلش نہ رہے۔

اوجھڑی کی کراہت

ہمارے دور میں حنفی و بریلوی بعض علمائے کرام اوجھڑی کی کراہتِ تنزیہی کا فتویٰ دے کر اوجھڑی خود بھی کھاتے ہیں اور دوسروں کو بھی کھانے کا مشورہ دیتے ہیں۔ فقیر اُویسی غفرلہٗ اور اس کے ہمنوا علماء کرام نے کراہتِ تحریم کا فتویٰ دے کر کراہت کی عباراتِ فقہا پیش کیں، وہ عبارات بعض جگہ مطلق کراہت سے مذکور ہیں۔ تو انہوں نے اپنی طرف سے قاعدہ گھڑ کر کہ جہاں مطلق کراہت ہو اس سے مراد کراہتِ تنزیہہ ہے۔ امام احمد رضا خان محدثِ بریلوی قدس سرہٗ کی اس تصریح کے بعد بھی کسی کو اوجھڑی مکروہِ تحریمی کھانے کا شوق ہے تو بے شک شوق پورا کرے لیکن اسے یقین ہو کہ اس کی کراہتِ تنزیہہ کے فتویٰ دینے پر نہ صرف جناب خود مجرم ہیں بلکہ جتنے لوگ آپ کے فتویٰ پر اوجھری کھائیں گے اس کا گناہ بھی جناب کے کھاتے میں لکھا جائے گا۔ (وما علینا الا البلاغ)

اس کی مزید تحقیق فقیر کے رسالہ "اوجھڑی کی کراہت" میں مطالعہ کریں۔

فائدہ: امام احمد رضا محدثِ بریلوی قدس سرہٗ دو خطبوں کے درمیان گفتگو کی مزید تحقیق فرماتے ہیں کہ "اور سکوتِ خطیب کے وقت جیسے قبل و بعد خطبہ و بین الخطبتین اصلاً کراہت بھی نہیں مانتے امام ابو یوسف اردمیلی شافعی کتاب "الانوار" میں فرماتے ہیں:

لا یجب الاستماع وھو شغل السمع بالسماع [18]

اسی میں ہے:

لا یحرم الکلام حال الخطبة لا علی الخطیب ولا علی الماٰمومین السامعین وغیر ھم لکن یکرہ الا لغرض مھم کانذار من یقع فی بئرا و عقرب و یتعلم خیرا اونھی عن شیئ [19]

"یعنی خطبہ کے دوران خطیب کو کہیں گفتگو کرنا حرام نہیں اور نہ ہی مقتدیوں، سامعین وغیرہ پر ہاں ان کی کوئی ذاتی غرض ہو تو مکروہ ہے لیکن ضرورت ہو تو مکروہ نہیں مثلاً کنوئیں میں گرنے والے کو اور بچھو کے ڈس سے ڈرانے کے لئے یا کوئی نیک کام بتانا اور کسی بُرائی سے روکنا، یہ بلا کراہت جائز ہے"۔

---

[17] حوالہ مذکورہ

[18] (فتاویٰ رضویه، رِعَایۃ المَذھَبَین فی الدّعاءِ بین الخُطبتین ، 181/8 ، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

[19] حوالہ مذکورہ

اسی میں ہے: لایکرہ الکلام حال الاذان ولا بین الخطبتین ولا بین الخطبة والصلٰوۃ (20)

”یعنی دو خطبوں کے درمیان یا خطبہ ٔنماز کے درمیان بولنا مکروہ نہیں“۔

علامہ زین الدین شافعی تلمیذ امام ابنِ حجر مکی صح المبین بشرح قرۃ العین میں فرماتے ہیں:

یکرہ الکلام ولایحرم حالة الخطبة لا قبلها ولو بعد الجلوس علی المنبر ولا بعدھا ولا بین الخطبتین ویسن تشمیت العاطس والرد علیه ورفع الصوت من غیر مبالغة بالصلٰوۃ والسلام علیه صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم عند ذکر الخطیب اسمه او وصفه صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم قال شیخنا ولا یبعد ندب الترضی عن الصحابة بلا رفع صوت وکذا التامین لدعاء الخطیب مختصرا (21)

یعنی ” گفتگو مکروہ ہے لیکن خطبہ کی حالت میں حرام بھی نہیں خطبہ سے پہلے اور امام کے منبر پر بیٹھنے کے بعد اور خطبہ شروع کرنے کے وقت اور اس کے بعد اور نہ دو خطبوں کے درمیان بلکہ چھینکنے والے کا الحمد کہنا اور اس کا جواب دینا اگرچہ اُونچی آواز، لیکن بہت زیادہ اُونچی نہ ہو اور درود شریف پڑھنا جب خطیب حضور سرورِ عالم ﷺ کا اسمِ گرامی لے یا آپ کی کوئی صفت بیان کرے، ہمارے شیخ نے فرمایا یہ بھی بعید نہیں کہ صحابہ کے ذکر کے وقت رضی اللہ عنہ کہے لیکن اُونچی آواز سے نہیں ایسے ہی خطیب کی دعاء کے وقت آمین کہنا“۔

یوہیں مذہبِ حنفی میں امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی مطلقاً جواز ہے نہ اوقاتِ ثلاثہ غیر حال خطبہ یعنی قبل و بعد و مابین خطبتین میں اگرچہ کلام دنیوی سے منع فرماتے ہیں مگر کلام دینی مثل ذکر و تسبیح مطلقاً جائز رکھتے ہیں اور پُر ظاہر کہ دعاء خاص کلام دینی و عبادتِ الٰہی ہے، مراقی الفلاح میں ہے:

اذا خرج الامام فلا صلٰوۃ ولا کلام وھو قول الامام وقال ابویوسف ومحمد لا باس بالکلام اذا خرج قبل یخطب واذا نزل قبل ان یکبر واختلفا فی جلوسه اذا سکت فعند ابی یوسف یباح لان الکراھة للاخلال بغرض الاستماع ولا استماع. وله اطلاق الامر ببعض اختصار۔ (22)

صاحبِ مذہب امام الائمہ سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے کہ خروجِ امام سے فراغ نماز تک کلام سے ممانعت فرمائی، مشائخِ مذہب اس سے مراد میں مختلف ہوئے اور تصحیح بھی مختلف آئی، بعض فرماتے ہیں مراد امام صرف دنیوی کلام میں ہے اوقاتِ ثلاثہ میں کلام دینی کی اجازت ہے، نہایہ و عنایہ میں اسی کو اصح کہا، ایسا ہی امام فخر السلام نے مبسوط میں فرمایا مشائخِ کرام نے مطلق مراد لیا، امام زیلعی نے تبیین الحقائق میں اسی کو احوط کہا۔

فیصلہ رضویہ

---

(20) حوالہ مذکورہ

(21) (فتاوٰی رضویہ، رِعَایۃ المَذھَبَین فی الدّعاءِ بین الخُطبتین، 182/8، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

(22) (فتاوٰی رضویہ، رِعَایۃ المَذھَبَین فی الدّعاءِ بین الخُطبتین، 182/8، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

دوسرے فتویٰ میں امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فیصلہ کے طور پر لکھا کہ:

بالجملہ خلاصہ ٔکلام یہ کہ دعائے مذکور خطیب کے لئے مطلقاً اور سامعین کے لئے دل میں بالاتفاق جائز اور مذہبِ اِمام شافعی و قولِ اِمام ابی یوسف پر ان کے لئے زبان سے بھی قطعاً اجازت اور ارشادِ اِمام کی تخریج پر مکروہ دوسری پر جائز ائمہ فتویٰ نے دونوں کی تصحیح کی تواحد الصحیحین پر دعائے مذکور امام و مقتدین سب کو دل و زبان ہر طرح سے باتفاق مذہبینِ حنفی و شافعی مطلقاً جائز و مشروع اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ جب ترجیح مختلف متکافی ہو تو مکلّف کو اختیار ہے کہ ان میں سے جس پر چاہے عمل کرے۔ اصلاً محلِ اعتراض و انکار نہیں، "بحر الرائق" و "دُرِ مختار" وغیرہ میں ہے کہ: مَتَى كَانَ فِي الْمَسْأَلَةِ قَوْلَانِ مُصَحَّحَانِ جَازَ الْقَضَاءُ وَالْإِفْتَاءُ بِأَحَدِهِمَا (23)

ولہٰذا فقیر غفرلہٗ باآنکہ یہاں تصحیح تبیین کو ارجح جانتا ہے ہمیشہ سامعین کو بین الخطبتین دعاء کرتے دیکھا اور کبھی منع و انکار نہیں کرتا ہے۔

هذا جملة القول فی هذا الباب والتفصيل فی فتاوٰنا بعون الوهاب (24)

رہی مترجم "دُرِ مختار" کی علمائے بریلی سے وہ نقل معلوم نہیں کہ اس نے اپنے زعم میں علمائے بریلی سے کون سے لوگ مراد لیے ہیں اس کے زمانے میں ان اقطار کے اعلم علماء کہ اپنے عصر و مصر میں حقیقۃً وہی عالم دین کے مصداق تھے یعنی خاتمۃ المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد، فقیر برسوں جمعات میں اقتدائے حضرتِ والا سے مشرف ہوا حضرت ممدوح قدس سرہٗ جلسہ بین الخطبتین میں دعاء فرمایا کرتے تھے اور سامعین کو دعاء کرتے دیکھ کر کبھی انکار نہ فرماتے اور مترجم کے زمانے سے پہلے بریلی میں اس امر کا استفتاء ہوا مولانا احمد حسین مرحوم تلمیذ اعلیٰ حضرت سید العلماء سند العرفاء مولانا الجد قدس سرہ الامجد نے جواز و مشروعیت پر فتویٰ دیا، اعلیٰ حضرت نور اللہ مرقدہ الشریف و فاضل اجل مولانا سید یعقوب علی صاحب رضوی بریلوی و مولوی سید محمود علی صاحب بریلوی وغیرہم علمائے کرام نے اس پر مُہریں فرمائیں یہ فتویٰ مولوی صاحب مرحوم کے فتاویٰ "مسمی بمفید المسلمین" میں مندرج و مشمول اور اطمینان مسائل کے لئے یہاں منقول ہے۔

فتوائے بریلی شریف

یہ فتویٰ امام احمد رضا خان محدث بریلوی قدس سرہٗ کے جدِ امجد کے تلمیذِ رشید مرحوم نے مرتب فرمایا جس پر اس دور کے محققین علمائے کرام نے تصدیق و توثیق فرمائی، اس فتویٰ کے آخری مضامین ملاحظہ ہوں، فرمایا کہ " اور مانگنا دعاء کا عین حالتِ خطبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت

---

[23] (ردالمحتار علی الدر المختار، مقدمة، 71/1، دار الفکر بیروت، الطبعة: الثانية، 1412ھ 1992م)

(فتاویٰ رضویہ، رِعَایة المَذهَبَین فی الدّعاءِ بین الخُطبتین، 183/8، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

[24] (فتاویٰ رضویہ، رِعَایة المَذهَبَین فی الدّعاءِ بین الخُطبتین، 183/8، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

ترجمہ: (اس مسئلہ میں یہ گفتگو کا خلاصہ ہے اور اس کی تفصیل اللہ تعالیٰ کی اعانت سے ہمارے فتاوی میں ہے۔)

اور متحقق ہے پس مانگنا دعاء کا کہ افضل العبادات سے ہے نزدیک حق تعالیٰ جل و علا کے اور وہ وقت قبولیتِ دعاء کا ہے موافق مرقومہٌ بالا کے اور اکثر روایاتِ معتبرہ کے اور مانع کلام وغیرہ کا پڑھنا خطیب کا تھاوہ بھی اس وقت میں نہیں ہے کمال مستحسن ہو گا اور بھی بیچ مفتاح الصلوٰۃ کے دعاء مانگنا ہاتھ اُٹھا کے درست فرمایا اور مقدار جلسہ کی بقدر سہ آیات کے مجتبےٰ سے اور سندِ اجابت دعاء کی "صحیح مسلم" و شارح "صحیح مسلم" امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ساتھ لفظ صواب کے نقل کی، مفتاح الصلوٰۃ میں مرقوم ہے:

درمیان دو خطبه که امام بنشیند دعاء بطریق اولیٰ جائز خواہد بود علی الخصوص در احادیث آمده که: ساعة الاجابة ما بین ان یجلس الامام فی الخطبة الی ان تقضی الصلوٰة کما صح فی صحیح مسلم و جزم الامام النووی فی شرح مسلم و قال هو صواب۔ پس باید که دروق جلوس که در ظاہر الروایة مقدار سه(۳) آیت وارد ست کما فی المجتبیٰ وغیره ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار۔ خوانند که عمل بر ظاہر الروایة واحادیث صحیحه واقع گرد دواگر دست برداشته بخوانند موافق طریقۂ دعاء که در احادیث ست واقع گردد و عمل بزرگان نیز ہست۔ (25)

یعنی دو خطبوں کے درمیان بیٹھ کر دعاء بطریق اولیٰ جائز ہو کیونکہ دعاء کے لئے احادیث میں خصوصیت سے آیا ہے کہ ساعتِ اجابت امام کے دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کے وقت ہے یہاں تک کے نماز ہو جائے، جیسے امام نووی نے جزم میں فرمایا اور کہا کہ یہی صواب ہے۔ پھر چاہئے کہ درمیان تین آیت کی مقدار بیٹھنا ہو کیونکہ ظاہر الروایۃ میں تین آیت کا ذکر ہے اور آیت: ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار پڑھے تا کہ ظاہر الروایۃ احادیث پر عمل ہو جائے اور اگر ہاتھ اُٹھا کر دعاء مانگے تو موافق اس دعاء کے ہو گا جو احادیث اور بزرگانِ دین کے عمل پر عمل ہو گا"۔

اور ایسا ہی بیچ فتوح الاوراد میں مرقوم ہے اور بیچ حصن حصین کے ایک آداب دعاء میں رفع یدین کو بسند حدیث تحریر کیا ہے:

ورفعهما ع وان یکون رفعهما حذو المنکیبین (26)

یعنی آدابِ دُعا سے ہے اُٹھانا دونوں ہاتھوں کا آسمان کے نقل کی یہ صحاح ستہ میں اور یہ کہ ہو ہاتھ اُٹھانا برابر مونڈھوں کے نقل کی "سنن ابو داوٗد" و احمد و حاکم نے اس سے خوب واضح و لائح ہوا کہ دعاء مانگنا اور ہاتھ نہ اُٹھانا آدابِ دُعاء بیگ غفرلہٗ، محمد رضا علی خاں، سید یعقوب علی رضوی، خویدیم اطلبہ سید محمود علی، سید محمد ذاکر عفی عنہٗ

علمائے بریلی رحمہم اللہ تعالیٰ کا فتویٰ یہ ہے اور عمل وہ۔

واللہ سبحٰنه وتعالیٰ اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم

نوٹ: اس فتویٰ کے مرتب وہی مولانا محمد حسین علی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کا خطبہٌ علمی ہند و پاک میں مشہور ہے۔

---

[25] (فتاوىٰ رضویه، رِعَایة المَذهَبَین فی الدّعاءِ بین الخُطبتین، 184/8، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

[26] حواله مذکوره

ان فتاویٰ مبارکہ کا خلاصہ یہ ہے کہ دونوں خطبوں کے درمیاں دعاء مانگنا جائز ہے لیکن افضل یہی ہے کہ ہاتھ اُٹھائے بغیر دل میں یہ دعاء مانگے۔ اگر کوئی ہاتھ اُٹھا کر دعاء مانگ رہاہے یا الفاظ زبان پر دعاء مانگتا ہے تو اسے منع نہ کرے بعد میں اس کی فضیلت سمجھا دے۔

(واللّٰہ اعلم بألصواب)

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابو الصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہٗ

بہاولپور، پاکستان

18 ذیقعدہ 1398ھ